JIBAS (The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN: APPLIED FOR (P) & (E)
Home Page: http://jibas.org
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

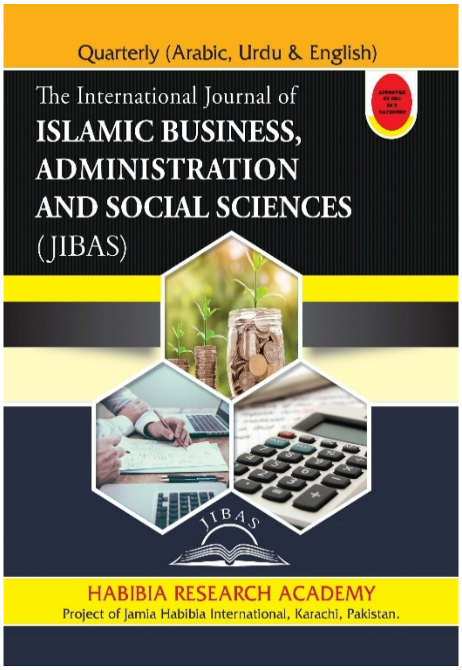

TOPIC:

AN ARTISTIC STUDY OF MEHMOOD TAIMOOR'S DRAMAS

محمود تیمور کے ڈراموں کا فنی مطالعہ

AUTHORS:

Dr. Umair Rais Uddin, Assistant Professor, Sindh Madrasa-tul-Islam University, Karachi.
Email ID: umair.rais@smiu.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-9948-1390,

How to Cite: *Rais Uddin, Umair. 2023. "AN ARTISTIC STUDY OF MEHMOOD TAIMOOR'S DRAMAS: محمود تیمور کے ڈراموں کا فنی مطالعہ". International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences (JIBAS) 3 (2):25-36.*
URL: https://jibas.org/index.php/jibas/article/view/107.

QR. Code

Vol. 3, No.2 || April –June 2023 || P. 01-24
Published online: 2023-06-30

AN ARTISTIC STUDY OF MEHMOOD TAIMOOR'S DRAMAS

محمود تیمور کے ڈراموں کا فنی مطالعہ

Umair Rais Uddin,

ABSTRACT:

Mehmood Taimoor is a prominent Egyptian writer. He is one of the pioneers of Arabic fiction and drama. The subject matter of this research is an artistic study for the dramas of the Mehmood Taimoor. I have studied his dramas through the artistic method for the most important drama contents and tributaries on which the poet extracted. This research aims to indicate his drama experience to extract his aesthetic and creative contents and study it artistically, which provides an independent source for his drama. The study includes a preface that explains the history of Arabic drama, and then I discuss his life and the most important events in his age, the social changes, the ideological life, and the social criticism in his drama. He observed the real rural lifestyle of Egyptians and presented it in his written dramas. The main theme of his dramas is "Human beings", he discussed human issues in a simple and realistic style. Mahmood Taimoor's historical dramas are evidence of his historical interest and passion, deep knowledge, technical awareness, and conscious study. In his dramas one finds the continuity of the dramatic event, the selection of details, and the reflection of aspects which the historian usually overlooks. Their psychological, analytical, historical, and romantic tendencies were also found, he observed international literature, especially French and Russian literature, and his dramas are a good combination of East and West cultures. The purpose of this study is to highlight the development of drama in the hands of Mehmood Taimoor and how his contemporary Egyptian society is highlighted in his dramas.

Keywords: *Arabic Drama, Mehmood Taimoor, Egyptian Society, Theater, Stage Drama, Aesthetic Content.*

ابتدائیہ : ڈرامہ نگاری نثری ادب کی ایک اہم صنف ہے۔ اس فن کی ابتداء یونان میں ہوئی اور وہیں اس نے ترقی کی منازل طے کیں۔ عربی ادب میں ڈرامہ نگاری مکمل طور پر مغربی ادبیات سے ماخوذ ہے۔۱۷۹۸ء میں نپولین بوناپارٹ کا مصر پر حملہ جدید عربی ادب کی اساس تصور کیا جاتا ہے۔ فرانسیسیوں کے حملہ نے عربوں کے سیاسی و ثقافتی حالات کے ساتھ ساتھ فکری، ادبی وعلمی سرگرمیوں پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ مصر میں ڈرامہ نگاری کا آغاز فرانسیسی ادیبوں، سپاہیوں اور ملازمین ہی کی بدولت ہوا۔ عام طور پر فرانسیسی ڈراموں کو فرانسیسی باشندوں کی تفریحِ طبع کے لیے اسٹیج پر پیش کیا جاتا تھا۔[1] چونکہ یہ ڈرامے فرانسیسی زبان میں پیش کیے جاتے تھے اس لیے یہ ڈرامے عربوں کی طبع پر کوئی خاص اثر نہ ڈال سکے۔ عربی ادب میں ڈرامہ کی افادیت واہمیت اور عربی ادب میں اسے متعارف کروانے کی سب سے پہلے کوشش رفاعہ الطھطاوی[2] نے کی جنھوں نے محمد علی پاشا کے دور حکومت میں اپنے قیام پیرس کے دوران پہلی مرتبہ ڈرامہ دیکھا اور اس حقیقت کا ادراک کیا کہ ڈرامہ ایک ایسا فن ہے جو اگرچہ تفریح پر مبنی ہوتا ہے لیکن اس کا مقصد بہر حال اصلاح ہے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں جب مصر میں اسماعیل پاشا کی حکومت آئی تو مصر کے مغربی ممالک سے براہ راست تعلقات پیدا ہوئے تب ڈرامہ نگاری کا رواج عام ہونے لگا۔ ابتداء میں فرانسیسی ڈراموں کو ترجمہ کرکے عربی زبان میں پیش کیا جانے لگا۔ اسماعیل پاشا نے اپنے دور حکومت میں

مصر میں ڈرامہ نگاری کو خوب پروان چڑھایا۔ خدیوی تمثیل خانہ (اوپیرا ہاؤس) کا قیام۔ یورپی اداکاروں کو مصر میں ڈرامے دکھانے کے لیے مدعو کرنا اس کا اہم کارنامہ ہے۔ جہاں تک عربی ڈرامے کا سوال ہے جدید عربی ادب میں سب سے پہلا ڈرامہ 1847ء میں "البخیل" کے عنوان سے ملک شام میں "مارون النقاش" نے پیش کیا جو در اصل مولیر کے ڈرامے کا ترجمہ یا تعریب تھا۔(3) مارون النقاش کے بعد شامی ڈراموں میں ابو خلیل القبانی کا نام آتا ہے جنہوں نے اداکاروں کی ایک جماعت تیار کر کے 1865 سے مترجم اور معرب ڈرامے پیش کرنا شروع کیے۔ ابو خلیل القبانی کے بعد ڈرامہ کے میدان میں یعقوب صنوع پیش پیش رہے جو اطالوی اور فرانسیسی زبان میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ مصر میں کام کرنے والی بعض پارٹیوں کے ساتھ کام بھی کر چکے تھے۔ انھوں نے عربی تمثیل کے لئے ایک تھیٹر قائم کر کے 1870 میں اپنا پہلا ڈرامہ پیش کیا، اس کی مزاحیہ اداکاری اور سماجی تنقید کی وجہ سے مصریوں نے اسے "مولییر مصر" کا خطاب دیا۔ یعقوب کے ڈرامے عامی زبان میں ہوتے تھے جس میں معاشرتی اور اخلاقی زندگی پر کڑی نکتہ چینی ہوتی تھی جو اس کے زوال کا باعث بنی۔ اس کے بعد شامی و لبنانی اداکاروں نے اسکندریہ اور پھر قاہرہ میں بہت سے اسٹیج قائم کئے یہ لوگ فرانسیسی زبان سے ترجمہ کر کے عربی میں ڈرامے پیش کرتے۔ مگر ان کی زبان مقفع و مسجع ہوتی۔ اور اشعار بھی کثرت سے استعمال ہوتے تھے۔ کرداروں کو مصری نام دیا جاتا اور عوام کی دلچسپی و تفریح کے لیے بعض اوقات واقعات میں بھی تبدیلی کر دی جاتی۔ اس دور میں ڈرامہ کو مصری مزاج و رنگ میں ڈھالنے کے لیے بھرپور کوشش کی گئی۔ سلیم النقاش، ابو خلیل قبانی اور سکندر فرح وغیرہ اس دور کے اہم ڈرامہ نگار ہیں جن کی ذہنی فضاء فرانسیسی تھی پھر اہل مصر خود اس فن میں شریک ہو گئے۔ پہلے وہ شامی اور لبنانی اداکاروں کے ساتھ مل کر کام کرنے لگے بعد میں شیخ سلامہ حجازی اور یوسف عزیز عید وغیرہ نے اپنی اپنی کمپنیاں بنالیں۔ حجازی گروپ نے غنائی ڈرامے کو تقویت دی جبکہ عزیز عید نامی گروپ نے مزاحیہ اداکاری کا اہتمام کیا۔ ڈرامہ نگاری کو ترقی کی طرف گامزن کرنے میں جارج ابیض کا بڑا اہم کردار ہے، جارج پیرس سے ڈرامہ کا فن سیکھ کر 1910ء میں آئے۔ اور 1912ء میں "جمعیۃ انصار التمثیل" کا قیام عمل میں لائے۔(4) یہ سب ابتدائی کاوشیں تھیں۔ جو لامحالہ قابل تحسین ہیں البتہ فنی اعتبار سے ان میں کچھ خامیاں بھی تھیں۔ ناقص زبان، عامیانہ اسلوب، مقفی و مسجع عبارات کی وجہ سے کئے مشہور ڈرامے ادبی ورثہ میں جگہ نہیں پا سکے.

بیسویں صدی کے اوائل میں ہمیں تین ایسے ڈرامہ نگار ملتے ہیں جنہوں نے مغربی ثقافتسے مستفید ہو کر اس فن میں بڑی مہارت حاصل کی۔ ان میں سر فہرست فرح انطون، ابراہیم رمزی اور محمد تیمور ہیں۔ فرح انطون نے 1913ء میں "**مسرحية مصر الجديدة ومصر القديمة**" کے عنوان سے ایک ڈرامہ لکھا۔ اس ڈرامے میں اس نے معاشرے کی خرابیوں اور اس میں در آنے والی مغربی تہذیب کی برائیوں کی عکاسی کی تھی لیکن یہ ڈرامہ بھی فنی اعتبار سے کمزور تھا۔ اس کے بعد 1910ء میں اس نے "السلطان صلاح الدين ومملكة أورشليم" کے عنوان سے ایک اور تاریخی ڈرامہ لکھا جو ڈرامائی آہنگ، کرداروں کی تصویر کشی اور مکالمات کی تازگی کے اعتبار سے پختگی کا حامل

تھا۔ ابراہیم رمزنے تمصیر اور اقتباس کے بغیر تاریخی، معاشرتی اور مزاحیہ ڈرامے لکھنا شروع کیے۔ ابراہیم نے انگلینڈ سے ڈرامہ نویسی میں مہارت حاصل کی اور بعض منتخب اور شاندار یورپی ڈراموں کو عربی کالبادہ اُڑایا۔ 1919ء میں "ابطال المنصورۃ" کے عنوان سے لکھا گیا ڈرامہ اس کا سب سے بہترین تاریخی ڈرامہ ہے۔ اس میں اس نے صلیبی جنگوں میں مصری شجاعت و بہادری کے نمونوں کو بڑے شاندار انداز میں پیش کیا ہے۔ ابراہیم رمزی کے ساتھ محمد تیمور جو محمود تیمور کے بڑے بھائی تھے عربی ڈرامہ نگاری کے افق پر نمودار ہوئے۔ اُنہوں نے چار مشہور ڈرامے "العصفور في القفص"،عبدالستار آفندي،الهاوية،والعشرة الطيبة جیسے ڈرامے پیش کیے۔ آخر الذکر ڈرامے کو اس نے فرانسیسی ڈرامے سے اخذ کیا اور اسے مصری آہنگ عطا کیا اور اس کے واقعات کو ملوکی عہد میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں بدل کر ترکیوں کے تصرفات کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا محمد تیمور نے اپنے ڈراموں میں اداکاری کے اصول وضوابط کی سختی سے پابندی کی مگر انھیں عامیانہ زبان میں تحریر کیا۔ ان کے ڈراموں کی بنیاد فرانسیسی ڈرامے تھے۔ ان کے مطالعے سے ایسا لگتا ہے کہ وہ اقتباس یا ترجمہ نہیں بلکہ وہ یہیں کے ماحول میں لکھے گئے ڈرامے ہیں۔ محمد تیمور کے بعد 1919ء میں ڈرامہ کے میدان میں توفیق الحکیم نظر آتے ہیں جن کی کاوشوں کی بدولت عربی ڈرامہ کی تحریک کو زبردست فروغ ہوا، ان کا پہلا ڈرامہ "الضيف الثقيل "1919ء میں منظر عام پر آیا جو اس وقت نایاب تھا۔ جس طرح شوقی نے شعر وشاعری کی بنیادوں کو مضبوط کیا تھا۔ اسی طرح توفیق حکیم نے اپنی ڈرامائی ثقافت کی مدد سے ڈرامہ نویسی کی بنیادوں کو اُستوار کیا۔ توفیق حکیم کے ڈرامے بہت مقبول ہوئے، کیونکہ وہ فنی اعتبار سے درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ اس نے کسی مخصوص مغربی ادیب کی تقلید نہ کر کے اپنی صلاحیت، اپنے معاشرے اور مصر کے عربی مزاج سے استفادہ کیا تھا۔[5] توفیق حکیم کے علاوہ فن ڈرامہ نگاری میں محمود تیمور وہنمایاں شخصیت ہیں جنھوں نے ڈرامہ نگاری میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ اس مقالہ میں ہم محمود تیمور کے ڈراموں کا فنی تجزیہ پیش کریں گے۔

تعارف: محمود تیمور افسانوی ادب کا بانی و موجد تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ 1894ء میں قاہرہ کے قدیم قصبہ "درب سعادة" کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا گھر علمی وادبی مجالس کا مرکز تھا۔ آپ کے والد احمد تیمور پاشا مصر کی اُن نمایاں ادبی شخصیات میں سے تھے جو قدیم علمی وادبی سرمایہ کو محفوظ رکھنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں۔ آپ "الخزانۃ التیموریۃ" اور "القاموس اللغة العامية" کے مؤلف تھے۔ محمود تیمور کی پھوپو عائشہ تیمور بھی نمایاں شاعرہ تھیں جنھوں نے عربی وترکی دونوں زبانوں میں دیوان لکھے[6]۔ بھائی محمد تیمور بھی معروف ادیب وقلمکار تھے اُنہوں نے فرانس میں رہ کر ڈرامہ نگاری میں کمال حاصل کیا۔ محمود تیمور نے ابتدائی وثانوی تعلیم والد کی زیر نگرانی حاصل کی۔ جنھوں نے بڑی جانفشانی کے ساتھ ان کا علم وادب سے گہرا شغف پیدا کیا۔ معلقہ امرئ القیس زبانی یاد کروایا اور الف لیلہ ولیلہ جیسی مشہور کہانیوں سے ادبی رشتہ اُستوار کیا۔ ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد محمود تیمور نے زرعی کالج میں داخلہ لیا۔ تاہم ۱۹۱۴ء میں شدید ٹائیفائیڈ کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ رک گیا۔ اور یہی مرض دراصل ان کی ادبی زندگی کا نکتہ آغاز ثابت ہوا۔[7] محمود تیمور کو ادبی زندگی کا سلیقہ سکھانے

میں ان کے بھائی محمد تیمور کا اہم کردار رہا ہے۔ جنہوں نے محمود کو بیماری کے باوجود ہمت و حوصلہ دیا۔مایوسی و نااُمیدی سے نکال کر زندگی کی بہاریں عطا کیں۔ انہیں ادبی تخلیقات سے روشناس کروایا۔ قصہ وڈرامہ نگاری میں اپنے وسیع تجربہ سے مستفید کیا۔ مغرب میں لکھے جانے والے افسانوں اور ڈراموں کے اندازِ وبیاں پر روشنی ڈالی۔ اس کے اُصول و قواعد و عناصر لازمہ کی وضاحت کی۔ مویلحی کی "حدیث عیسیٰ بن ہشام" اور حسین ہیکل کے ناول "زینب" کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا۔ یوں بھائی محمد کی کوششوں سے محمود تیمور بھی فرانسیسی ادب کا مطالعہ کرنے کے قابل ہو گئے۔ بعد ازاں انہوں نے منفلوطی اور جبران خلیل جبران کے افسانوں کا مطالعہ شروع کر دیا جس نے ان کے افکار میں پختگی و دوام بخشا اور ان کے سامنے ادبی زندگی کے نقوش واضح کئے۔ محمود تیمور نے ملکی ادبیات کے ساتھ ساتھ غیر ملکی ادبیات کا بھی مطالعہ شروع کیا فرانس کے حقیقت پسندانہ افسانہ نگار "موپساں"[8] نے انہیں بہت متاثر کیا۔ فرانس کے بعد انہوں نے روسی ادب کا رخ کیا۔ اور چیخوف[9] اور ترگنیف[10] جیسے چوٹی کے ادباء کا مطالعہ کیا۔ اسی دوران انہوں نے افسانوں کا ایک مجموعہ "ماتراہ العیون" شائع کیا جس میں انہوں نے مصری شخصیات اور ماحول کی عکاسی حقیقت پسندانہ اسلوب میں آسان و دلچسپ انداز میں کی ہے۔ 24 فروری 1921ء میں ان کے بھائی محمد تیمور عین جوانی میں انتقال کر گئے۔ اس واقعہ نے وقتی طور پر محمود کے حوصلے پست کر دیئے اور وہ مایوس ہو گئے 1922ء میں انہوں نے اپنے بھائی کی یاد میں ایک کتاب "ومیض الروح" لکھی۔ جس کے مقدمہ میں انہوں نے اپنے بھائی کی سیرت اور بعض ادبی کام پر روشنی ڈالی ہے۔ 1925ء میں محمد تیمور نے اپنی مختلف کہانیوں کو مجموعوں کی شکل دے کر "شیخ جمعہ وقصص اخری" اور "عم مولی وقصص اخری" کے نام سے شائع کیا۔ اسی سال محمود تیمور نے یورپ کا سفر کیا اور تقریباً دو سال کا عرصہ وہاں گزارا۔ یورپ میں قیام کے دوران اُنہوں نے براہِ راست جدید فرانسیسی ادب کا مشاہدہ کیا۔ عالمی ادب کے مطالعہ اور زندگی کے تجربات نے ان کے نظریات، افکار اور فن کو وُسعت و تقویت بخشی۔ 1943ء میں ان کے بیٹے کا 20 سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ اس حادثہ نے ان کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ دنیا سے کنارہ کشی، مطالعہ، کتب بینی اور لکھنے پڑھنے سے بیزار ہو گئے۔ شدتِ غم کو بُھلانے کے لیے بیگم کے ہمراہ امریکہ چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد محمود تیمور نے اپنے بیٹے کے نام خطوط لکھنے کا سلسلہ شروع کیا جس میں انہوں نے اپنے بیٹے کو زندہ تصور کرتے ہوئے اپنے دلی جذبات واحساسات کو پیش کیا ہے۔ یہ خطوط کتابی صورت میں "ابوالھول یطیر" کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔[11] 25 اگست 1973ء میں 80 برس کی عمر میں محمود تیمور اس دنیا فانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔ تاریخ اس عظیم افسانہ نگار کو عربی افسانوی ادب کے بانی و پیشوا کے طور پر ہمیشہ یاد رکھے گی۔

محمود تیمور کا اسلوب : ڈرامہ معاشرے کا بہترین عکاس ہوتا ہے۔ عوام الناس تک اپنے افکار و نظریات کے ابلاغ کے لیے یہ ایک مؤثر وسیلہ ہے۔ اس مقصد کی تبلیغ کے لیے بول چال کی زبان زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر محمود تیمور نے اپنی ابتدائی ادبی نگارشات میں اپنے بڑے بھائی کی طرح عامیانہ اسلوب اختیار کیا اور اخبارات ورسائل میں کہانیاں لکھنا شروع کیں۔ تاہم اسے جلد ہی

احساس ہو گیا کہ عرب معاشرہ عام بول چال کی زبان میں لکھے جانے والے ادب سے بے اعتنائی برتتا ہے اور اسے عظیم عربی ادبی سرمایہ میں جگہ دینے کے لیے بالکل تیار نہیں۔ اس ادراک نے اسے اپنی کہانیوں کے پہلے مجموعے "أبو علي الأرتيست" کو عربی فصیح زبان میں بعنوان "أبو علي الفنان" کے نام سے ترجمہ کرنے پر مجبور کیا۔ پھر اُنھوں نے ایک ہی ڈرامے کو فصیح اور عامی دونوں زبانوں میں بیک وقت شائع کیا۔ جس کی مثال ہمیں "المخبأ رقم 13" اور "کذب وکذب" اور "قنابل" ڈراموں کی صورت میں ملتی ہے۔ اس نے ان ڈراموں کے ذریعے اپنے ابتدائی نظریہ کو بھی درست ثابت کیا کہ عامی زبان اسٹیج پر اداکاری کے لیے موزوں ہے جبکہ فصیح زبان ادبی نگارشات کی قدر کو بڑھاتی ہے اور یہی زبان ادبِ مکتوب ومقروء میں جگہ پاتی ہے اور ہمیشہ ادبی ورثہ میں نمایاں اور دوام رکھتی ہے۔

محمود تیمور متنوع اسلوب کے حامل تھے۔ فنی اعتبار سے اگر ان کے ڈراموں کا جائزہ لیا جائے تو مختلف اسالیب سامنے آتے ہیں۔ "حفلة شاي" نامی ڈرامے میں محمود تیمور نے مزاحیہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ جو طنز و مزاح سے بھرپور تفریح طبع کے لیے کارگر ثابت ہو گا۔ ڈرامہ "المنقذة " اس کے نفسیاتی اسلوب کا شاہکار ہے جس میں اس نے ڈرامہ کی ہیروئن بنت خلیل بیگ شیخ کے کردار میں نے احسان مندی کے اعتراف وانکار کے درمیان پائے جانے والی نفسیاتی کشمش کی خوبصورت انداز میں منظر کشی کی ہے۔ ادبی و تاریخی ڈراموں میں اس کا اسلوب انتہائی سادہ، آسان اور تخیلاتی و تجزیاتی ہے۔ چھوٹے ڈراموں کے علاوہ اس نے ایسے طویل ڈرامے بھی لکھے ہیں جن کے موضوعات ادبی تاریخ سے مستعار ہیں۔ مثلاً: "ابن جلا" نامی ڈرامے میں ڈرامہ نویس نے حجاج بن یوسف ثقفی کا تاریخی اور جدید انسانی شکل میں نقشہ کھینچا ہے۔ اسی طرح سے "حواء الخالدة" میں عنتر واور عبلہ کی محبت کا تجزیہ کیا ہے۔ "اليوم خمر" میں امرؤالقیس کی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ "صقر قریش" میں اندلس میں، بنو اُمیہ کے پہلے خلیفہ عبد الرحمن الداخل کی تصویر کشی کی ہے۔[12] محمود تیمور نے اپنے ڈراموں کے کرداروں کی خاکہ نگاری میں مؤرخین پر ہی انحصار کیا ہے۔ کیونکہ تاریخی واقعات کی تصدیق وتکذیب مؤرخ کا کام ہوتا ہے، جبکہ انہیں تصویری و ادبی پیراہے میں قارئین کے سامنے پیش کرنا ادیب کی ذمہ داری ہے۔ محمود تیمور اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کی بدولت ڈرامہ کے ہیرو کی مخفی جزئیات کی بھی خوبصورت و دلچسپ انداز میں تصویر کشی کرتا ہے جو عام طور پر مؤرخین کے ہاں مفقود ہوتی ہے۔ محمود تیمور کے تاریخی ڈرامے اس کے تاریخی ذوق وشوق، اور گہری معرفت، فنی آگاہی اور شعوری مطالعہ کا بین ثبوت ہیں۔ اس کے ڈراموں میں ڈرامائی واقعہ کا تسلسل، تفصیلات کا انتخاب اوراُن پہلوؤں کی عکاسی ملے گی جس سے عام طوپر مؤرخ صرف نظر کرتا ہے۔ محمود تیمور اپنے ڈراموں کے تاریخی کرداروں میں ایسے کردار کی تلاش کرتا ہے جو اُس کے دور میں ہونے والے تنازعات کی صحیح طور پر منظر کشی کر سکیں۔ جیسا کہ وہ ڈرامہ "صقر قریش" میں عبد الرحمن الداخل کے تاریخی کردار کے ذریعے مسلمانوں کے شاندار ماضی کو حال پر منطبق کرنے کی کوشش کرتا ہے اور مصری عوام جو طویل عرصہ سے پسماندگی، زبوں حالی کا شکار ہے۔ انکے لیے وہ عبد الرحمن الداخل کی شخصیت کو بطور قابل تقلید نمونہ پیش کرتا ہے۔ کہ اگر حکمران طبقہ بھی اسی عزم وہمت سے درپیش مسائل کو حل کرنے کے لیے کوشاں ہو جائیں تو مصری معاشرہ

دوبارہ ترقی یافتہ معاشرہ بن جائے گا۔ محمود تیمور نے اپنے تاریخی ڈراموں کے ذریعے دو اہم مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ قدیم سماجی روایات، اقدار و نظریات کو ختم کرنا جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اوراس کی جگہ ایک مضبوط و جدید سماجی خصوصیات سے ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل جس کے تصورات و نظریات، روایات واقدار تقلیدی و تجدیدی رجحانات سے باہم مربوط ہیں۔[13]

ڈراموں کے موضوعات: محمود تیمور کے ڈراموں کا بنیادی موضوع انسان ہے۔ انسانی مسائل کو حقیقت پسندانہ اسلوب میں پیش کرنا ان کا خاصہ ہے۔ ان کے ڈرامے سماجی، معاشرتی اور نفسیاتی موضوعات کے گرد گھومتے ہیں۔ کچھ ڈراموں میں تجزیاتی رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ افسانوں کے کردار کی تصویر کشی نہایت جامع اور سادہ اسلوب میں ہوتی ہے۔ محمود تیمور نے دیگر ڈرامہ نگاروں کی طرح کسی خاص مغربی انداز کی تقلید نہیں کی۔ وہ حقیقت پسند ڈرامہ نگار تھے کبھی ان پر تخیلاتی رنگ بھی غالب آجاتا تھا۔ تاریخی ڈراموں میں محمود تیمور کا ماضی کے حالات وواقعات کو بیان کرنے کا مقصد ماضی کو حال سے جوڑنا اور ایسے واقعات اور کرداروں کا انتخاب کرنا جو اس کے عصری، سیاسی اور فکری حالات کی نمائندگی کر سکیں۔۔ "صقر قریش "، "ابن جلا" اور دیگر ڈراموں کا مقصد یہ بھی ہے نئی نسل کو عرب تاریخ سے روشنا کروایا جائے تاکہ وہ بھی جنگ وامن میں عرب کی شجاعت و بہادری کی علامتوں کو پہچان سکیں۔ سماجی ڈراموں میں اُنہوں نے مصری معاشرہ کو درپیش مسائل کو اُجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

محمود تیمور کے ڈراموں کی فنی خصوصیات: محمود تیمور نے افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ ڈرامہ نگاری میں بھی اپنے فن کے جوہر دکھائے ہیں۔ محمود تیمور نے تیرہ طویل ڈرامے اور دس ایک ہی ایکٹ کے ڈرامے لکھے۔ ان کے ڈرامے الم ومزاح کا حسین امتزاج ہیں۔ قدیم تاریخ سے متاثر ہو کر انہوں نے کچھ ایسے لکھے مثلا: سهاد، عوالي، الملك الضليل، حواء الخالدة، اليوم خمر، ابن جلا، صقر قريش، فداء، اور طارق الاندلس، وغیرہ کافی مقبول ہوئے۔ المیہ کے علاوہ مزاحیہ ڈراموں میں المخبانمبر ۳ یہ تین ایکٹ پر مشتمل ڈرامہ ہے۔ حفلة الشاي یہ ایک قسط وار چھوٹا ڈرامہ ہے۔ تاریخی ڈراموں میں رومانویت اور حقیقت پسندانہ مزاج کے ساتھ ساتھ احساسات وجذبات کی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔

1- **پلاٹ:** کہانی کو ترتیب دینا "پلاٹ" کہلاتا ہے۔ ارسطو کے مطابق پلاٹ ڈرامے کی روح ہے۔ عمدہ اور اچھے پلاٹ میں واقعات کی ترتیب ایک خاص ڈھنگ کی ہوتی ہے۔ جب ہم محمود تیمور کے ڈراموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس کے ڈراموں کے کرداروں اور واقعات کی پیش کش میں مناسب توازن نظر آتا ہے۔ یہ واقعات کو تسلسل سے ترتیب دیتا ہے۔ واقعات میں اُلجھاؤ پیدا کر کہ پھر ان کے حل کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ ڈرامہ کے ہیرو کے انجام کے بارے میں قارئین کی تشویش اور فکرمندی کے احساس کو نقطہ عروج پر پہنچا دیتا ہے جو ان کو ڈرامے کے اختتام تک جوڑے رکھتے ہیں۔ مثلا: ڈرامہ طارق بن زیاد، مصنف نے ڈرامہ کے ہیرو کی شجاعت و بہادری کے واقعات کو نمایاں کرنے کے لیے جہاں طویل عکس بندی کی ہے وہیں اُس نے "فلوریڈا" کے کردار کے ذریعے ہیرو کے دوسرے جذباتی ومحبانہ رخ کی

بھی عکاسی کی ہے۔ اسی طرح مصنف نے جولین کو طارق کا سراغ لگاتے ہوئے، اس کے لیے چھپتے ہوئے، اور اسے مارنے کی کوشش کرتے ہوئے دکھایا ہے۔ تو وہ اس تفصیل کو کافی دیر تک طول دیتا ہے جو بوریت کا باعث بنتا ہے، اس لیے وہ چالیں ایجاد کرتا ہے اور حالات کا بہانہ بناتا ہے حالانکہ جولین طارق کے سامنے آمنے سامنے کھڑا ہوتا ہے، حتیٰ کہ وہ اس کے قریب ہی سوتا ہے۔ اسی طرح "کاؤنٹ گومز" کی تصویر کشی، جسے مصنف اپنے ڈرامے کے واقعات کو جوڑنے کے ایک ذریعہ کے طور پر بھی استعمال کرتا ہے، جیسا کہ وہ ظاہر ہوتا ہے اور پھر لگاتار تین بار غائب ہو جاتا ہے، اور ہر بار وہ سازش اور ظلم کے آثار دکھاتا ہے، اور پھر بھی طارق اسے چھوڑ دیتا ہے۔

2- **کردار:** ڈرامے میں "کردار" کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ڈراما کا سارا دار و مدار "کردار" پر ہی ہوتا ہے۔ ڈرامہ میں کردار تخلیق کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا ظاہری سانچہ اور ڈھانچہ بنایا جائے۔ بلکہ نفسیات کو اجاگر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کردار لکھتے وقت فنکار جس قدر اپنے داخلی جذبات واحساسات کی رنگ آمیزی جتنی کم کرے گا ڈراما اتنا ہی دلچسپ اور موثر ہوگا[14]۔ محمود تیمور کے ڈراموں میں ہیرو اور دیگر کرداروں کا تصور واضح اور متنوع ہے۔ ان میں ہمیں شہزادے، گورنر، دلال، خواتین، نوکر، معذور افراد، مولوی اور دیگر ملتے ہیں۔ محمود تیمور اپنے ڈراموں کے کرداروں کی تصویر کشی میں جسمانی، سماجی اور نفسیاتی پہلوؤں کو مدنظر رکھتا ہے۔ ہر انسانی کردار کی کچھ فطری خصوصیات ہوتی ہیں۔ جو اُس مخصوص طبقے پر ہی لاگو ہوتی ہیں۔ محمود تیمور نے اپنے ڈرامے کے ہیروز کے تصور کو اُبھارنے کے لیے انتھک کوشش کی ہے، خواہ وہ جنگ میں بہادری کی مثالیں ہوں یا بہترین منصوبہ سازی اور حکمت عملی کی دلیلیں ہو یا لگن، ایثار، محبت وپیار، جذبات یا اخلاص کے رشتوں میں کارہائے انجام دینے کی بات ہو، ہر میدان میں محمود تیمور کے ڈراموں کے ہیرو یکتا ونمایاں نظر آتے ہیں۔ محمود تیمور کے تاریخی ڈراموں میں ہیرو کے کردار ایک واضح مقصد نظر آتا ہے۔ مثلاً: صقر قریش میں ہیرو مشرق میں بنی اُمیہ کی حکومت کے زوال کے بعد مغرب میں اس کے علم کو سربلند کرنا تھا۔ اسی وجہ سے اس کے اہداف واضح تھے، اسی طرح ہم طارق بن زیاد، اور الحجاج بن یوسف الثقفی، عنترہ، شہزادہ مجاہد اور دیگر ڈراموں میں بھی اس کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ یہ تمام کردار ایک مقصد کے حصول کے لیے کوشاں ہیں- کچھ وہ ہیں جو فتح اور کامیابی کے خواہاں ہیں، اور کچھ اپنے محبوب کے دلوں کو فتح کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان دونوں طرح کے مقاصد کو ترتیب دینے کے لیے زیادہ نفسیاتی اور مادی جدوجہد کی ضرورت ہے ہوتی ہے جو ہم اس کے تاریخی ڈراموں میں دیکھ سکتے ہیں۔ جہاں تک محمود تیمور کے سماجی ڈراموں کے کرداروں کا تعلق ہے تو یہ ایک ایسا کردار ہے جو اس کی مختصر کہانیوں اور ناولوں کے کرداروں کے بہت قریب ہے بلکہ اس کے پیچھے اس کا مقصد اشرافیہ طبقے کی قدر کو کم کرنا اور انہیں ایک رذیل اور کم تر ثابت کرنا ہے۔ ڈرامہ "حفلة شاي" میں صابر بک اور خلیل پاشا کے کردار۔ "المزیفون" ڈرامے میں کامل پاشا اور عفیفی بک کے کردار انتہائی خراب اور معمولی کردار ہیں۔ اور یہ ان القابات کے مستحق ہی نہیں جو ان کو عطا کیے گئے ہیں کیونکہ یہ کمزور، دورخی تضادات سے بھرپور ظاہری لبادہ اُوڑھے ہوئے ہیں جن کا زندگی کے حقائق سے دور تک بھی کوئی واسطہ نہیں[15]۔

3- **کشمکش اور تذبذب:** کشمکش اور تذبذب بھی ڈرامہ نگاری کا ایک اہم عنصر ہے۔ جس کے بغیر ڈرامہ کی تشکیل ممکن نہیں۔ ڈرامہ کیونکہ معاشرے کے مسائل کی عکاسی کرتا ہے اس لیے اس میں انسانی زندگی میں موجود کشمکش اور تنازعات کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً: سماجی و طبقاتی کشمکش، محبت و نفرت کے درمیان کشمکش، کامیابی اور ناکامی کے درمیان کشمکش، مرضی ومنشا اور تقدیر کے درمیان کشمکش، ہوس جاہ ومال اور قناعت پسندی کے درمیان کشمکش اس طرح زندگی کے مختلف گوشوں کے درمیان کشمکش کی صورتحال کو ایک ڈرامہ نگار فنکارانہ انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے جس سے قارئین شروع سے آخر تک ڈرامہ سے مربوط رہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈرامہ "صقر قریش" محمود تیمور کے لکھے ہوئے سب سے مضبوط تاریخی ڈراموں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس میں ڈرامائی کشمکش شروع سے آخر مسلسل بڑھتی جاتی ہے اور ڈرامہ کے اختتام تک مختلف شکلیں اختیار کرلیتی ہے جس سے قارئین کی دلچسپی اور شوق بڑھتا ہے اور وہ ڈرامہ کے اختتام کو جاننے کے لیے مضطرب نظر آتا ہے۔ خود روپوش رہ کر خادم "بدر" کو اندلس کے حالات کی خبرگیری کے لیے بھیجنے سے لے کر اُس کی واپسی تک ڈرامہ میں اخلاقی کشمکش نمایاں نظر آتی ہے۔ یہ کشمکش اُس وقت انتہا تک پہنچتی ہے جب سپاہی اس کو ڈھونڈتے ہوئے اُس گھر تک پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ مقیم تھا تو اس نے چھپنے کے لیے ایک عورت کے ازار میں پناہ لی۔ یہ انداز اس کے اندلس تک پہنچنے میں حالات کی شدت کی غمازی کرتا ہے۔ یہ معنوی جدوجہد پورے ڈرامے میں جاری رہتی ہے یہاں تک کہ وہ تاریخ میں استقامت، صبر، جرات، اقدام، نرمی، دوراندیشی اور دانشمندی کی علامت بن گیا۔ محمود تیمور کے ڈراموں میں کشمکش اور تنازعت کی شکلیں متنوع اور زمینی حقائق پر مبنی ہیں۔ لیکن ہر ڈرامے میں اس کی صورتیں اور معیارات مختلف ہیں۔ صقر قریش، فداء، ابن جلاء اور مزیفون ڈراموں میں واقعات کی اس طرح منظر کشی کی ہے کہ ہر کوئی اس کے ڈرامائی کام کی طرف راغب ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ ڈراموں میں وہ جوش وجذبہ نظر نہیں آتا جو قارئین کو محظوظ کرسکے(16)۔

4- مکالمہ یا زبان: زبان اظہار کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ ڈرامے میں زبان کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ ڈراما کرداروں کے عمل و گفتگو کے ذریعے وجود میں آتا ہے اور گفتگو کسی نہ کسی زبان میں ہوتی ہے۔ ڈرامے کی زبان کی نوعیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ ڈرامے کی زبان کا انحصار اس کے موضوع پر ہوتا ہے۔ یا کسی ہلکے پھلکے سماجی مسئلہ پر کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ دونوں موضوع کی زبان میں قدرتاً فرق ہو جائے گا۔ ڈرامے کی زبان صاف، سلیس اور آسان ہو۔ تاکہ قارئین، سامعین اور ناظرین اپنی استطاعت کے مطابق محظوظ ہوسکیں(17)۔

محمود تیمور نے اپنے ابتدائی ڈراموں کو عامیانہ زبان میں تحریر کیا پھر اُنہوں نے عرب روایت کے مطابق فصیح زبان کو اختیار کیا۔ اور اپنے ڈراموں کو فصیح زبان میں پیش کرنا شروع کیا۔ محمود تیمور نے ڈرامہ نگاری کے لیے فنکارانہ زبان ایجاد کی اور اسی پر وہ قائم رہا۔ ان کے ڈراموں کی زبان شفاف اور واضح ہے۔ خطابانہ انداز، لفظی آرائش، بلاغت اور ڈرامائی صورتحال کے مطابق زبان کا استعمال ان کا خاصہ ہے۔

5- **اختتام یا انجام:** اختتام یا انجام ڈرامے کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ اسی حصہ میں ڈرامائی تصادم کے ایسے پہلو ظاہر ہوتے ہیں جن سے تکمیل کا احساس ہوتا ہے۔ اور اسی حصہ پر آکر ڈراما ختم ہوجاتا ہے۔ اسی مرحلہ میں مصنف کا آخری نقطہ نظر اور اس کے پیش کردہ خیالات وافکار واضح ہوتے ہیں۔ جسے وہ اپنے تمام ڈرامائی کام کے دوران پیش کرتا رہا ہے، یا دوسرے لفظوں میں، یہ اس سوال کا جواب ہے جو وہ اپنے ڈرامے کے دوران پیش کرتا ہے، اور پھر اس جواب کو تلاش کرنے کے لیے کافی دیر تک منتظر کشیدہ رہتا ہے یہاں تک کہ اسے انتظار کی تکلیف سے نجات مل جاتی ہے۔

ڈرامہ نگار، ڈرامے کے اس حصہ پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ جتنا وہ ابتدائیہ پر دیتا ہے جس کی وجہ سے ناظرین ڈرامے کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہوجاتے ہیں، اور پھر انجام ہی وہ مرحلہ ہے جس میں وہ قارئین کو اپنے سے جدا کرتا ہے۔ جیسا کہ محمود تیمور کے ڈراموں میں واضح طور نظر آتا ہے، خاص طور پر اپنے تاریخی ڈراموں میں، ڈرامائی اختتام کو ترجیح دیتا ہے۔

نتائج وسفارشات: محمود تیمور نے عربی ڈرامہ نگاری کو عروج وترقی تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے اس فن میں کچھ نمایاں جہتیں متعارف کروائی ہیں جو انہیں دوسرے ڈرامہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہیں۔

1- محمود تیمور نے اپنی ڈرامہ نگاری میں بیک وقت دو کردار نبھائے ہیں۔ ایک جانب وہ تاریخی واقعات وحالات سے باخبر مؤرخ ثابت ہوا ہے جبکہ دوسری جانب اُس نے فنکار کے طور پر ان خشک تاریخی واقعات کو متحرک تصویری سانچے میں اس خوبصورت انداز میں پرویا ہے کہ قارئین وناظرین کہیں بھی بوریت محسوس نہیں کرسکتے۔

2- تاریخی ڈراموں میں محمود تیمور کا ماضی کے حالات وواقعات کو بیان کرنے کا مقصد ماضی کو حال سے جوڑنا اور ایسے واقعات اور کرداروں کا انتخاب کرنا جو اس کے عصری، سیاسی اور فکری حالات کی نمائندگی کرسکیں۔۔ "صقر قریش"، "ابن جلا" اور دیگر ڈراموں کا مقصد یہ بھی ہے نئی نسل کو عرب تاریخ سے روشناس کروایا جائے تاکہ وہ بھی جنگ وامن میں عرب کی شجاعت وبہادری کی علامتوں کو پہچان سکیں۔

3- محمود تیمور کے ڈراموں کی اہم خاصیت ان کے ڈراموں میں کشمکش وتذبذب کی مختلف تصاویر ہیں۔ مثلا: اخلاقی، مادی، اندرونی، بیرونی، طبقاتی، سماجی، نفسیاتی کشمکش وغیرہ۔ لیکن تیمور کے ڈراموں میں جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ کشمکش وتذبذب کا درجہ ایک ڈرامے سے دوسرے ڈرامے میں مختلف ہوتا ہے جو کہ ڈرامہ نگار کے اس کے تمام واقعات اور مقامات کے ساتھ تعامل میں اتار چڑھاؤ کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ واقعات کو تعمیری انداز میں منتقل کرنے کی صلاحیت کی واضح دلیل ہے۔

4- محمود تیمور کے ڈراموں کی زبان شفافیت اور وضاحت کی وجہ سے منفرد وممتاز ہے۔۔ خطابانہ انداز، لفظی آرائش، بلاغت اور ڈرامائی صورتحال کے مطابق زبان کا استعمال ان کا خاصہ ہے۔

5- محمود تیمور کے ڈراموں کا پلاٹ مضبوط ومربوط ہے۔ کہانی کے آغاز، کرداروں کا انتخاب، تصادم، کشمکش اور اختتام ان تمام مراحل میں ایک تسلسل اور ہم آہنگی برقرار رہتی ہے۔ جو قارئین وناظرین کو ڈرامائی عمل سے مسلسل جڑے رکھتی ہے۔

6- محمود تیمور کے ادبی نگارشات کو اُردو قارئین وناظرین کے لیے پیش کرنا عربی ترجمہ نگاروں، لکھاریوں اور فنکاروں کی ذمہ داری ہے۔

7- اُردو ادب میں محمود تیمور کی ڈرامہ نگاری کے حوالے سے مواد انتہائی کمیاب ہے۔ اس پر توجہ دینی چاہیے۔

8- جامعات و مدارس کے عربی زبان وادب کے شعبہ جات کے تحت جدید عربی ادب کی اصناف پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

9- ادبی وثقافتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے فن ترجمہ نگاری کو فروغ دینا چاہیے، تاکہ ایک متوازن اور صحت مند معاشرہ تشکیل پا سکے۔

مراجع وحواشی:

1 - تیمور، محمود، اتجاهات الأدب العربي، في السنين المائة الأخيرة، مطبوعہ مکتبہ الادب 1970، مصر، ص:5-15

Taimur, Mahmood Etjahat al-Adab al-Arabi, fi al-Sunnin al-Aql al-Haftah, published by Maktaba al-Adab 1970, Egypt, Page:5-15

2 - طہطاوی رفاعہ (1801-1873)، نامور ادیب، صحافی، فلسفی، مصنف، ایڈیٹر، مصر میں مغربی ادب کی اصناف کو متعارف کروانے والے، مترجم ڈرامہ نویس

Tahtawi Rifaa (1801-1873), noted poet, journalist, philosopher, writer, editor, translator, playwright, who introduced Western literary genres to Egypt.

3 - زیات، استاد احمد حسن، تاریخ ادب عربی، مترجم عبدالرحمن سورتی، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیوٹ) لمٹیڈ، پبلشرز، لاہور، ص:541-542

Zayat, Ustad Ahmad Hasan, History of Arabic Literature, translated by Abdul Rahman Surti, Published by Sheikh Ghulam Ali and Sons (Pvt.) Ltd., Publishers, Lahore, Page: 541-542.

4- ندوی، سید احتشام احمد، جدید عربی ادب کا ارتقا، مطبوعہ سید احتشام احمد ندوی، 1969، حیدرآباد، انڈیا، ص:39-40

Nadvi, Syed Ehtsham Ahmad, Evolution of Modern Arabic Literature, Published by Syed Ehtsham Ahmad Nadvi, 1969, Hyderabad, India, Page: 39-40

5 - ابوعبید، ڈاکٹر، جدید عربی ادب اور ادبی تحریکات، مطبوعہ الکتاب انٹرنیشنل، 2011ء، نئی دہلی، ص:312-315

Abu Ubaid, Dr., Modern Arabic Literature and Literary Movements, Al Kitab International, 2011, New Delhi, Page:312-315

6 - زیات، احمد حسن، تاریخ ادب عربی، دار النهضة للطبع والنشر، مصر، طبع اول، ص:436-437

Zayat, Ahmad Hasan, History of Arabic Literature, Dar al-Nahqat, Laltab al-Nashr, Misr, first edition, Page: 436-437

7 - بدرالدین حافظ، پروفیسر، مصر کے مشہور ناول افسانے اور ڈرامے، نئی کتاب پبلشرز، نئی دہلی، 2008ء، ص:47

Badruddin Hafiz, Professor, Egypt's Famous Novels, Fictions and Dramas, New Kitab Publishers, New Delhi, 2008, Page: 47

8 - موپساں (1850ء-1893ء) انیسویں صدی کا مشہور فرانسیسی ادیب ہے جسے جدید افسانہ نگاری کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ فطرت نگاری اور حقیقت پسندی اس کے افسانوں کا خاصہ ہے۔

Maupassant (1850-1893) is a famous French writer of the nineteenth century who is considered the founder of modern fiction. Naturalism and realism are the hallmarks of his fiction.

9 - انتون پاؤلاوچ چیخوف (1860ء-1904ء)، روسی افسانہ نگار اور ڈراما نویس تھا۔ 1884ء میں انیس برس کی عمر میں چیخوف کے قلمی نام سے پہلا افسانہ لکھا اور مشہور ہو گیا۔ روسی ادب کو نئے ادبی رجحان سے روشناس کروانے میں اس کا اہم کردار ہے۔ سماجی حقیقت نگاری میں کمال حاصل تھا۔ تنقید اور طنز و مزاح کے ذریعے اس نے معاشرتی بُرائیوں کی نشاندہی کی ہے۔

Anton Pavlovich Chekhov (1860-1904), was a Russian fiction writer and playwright. In 1884, at the age of nineteen, he wrote his first fiction under the pen name of Chekhov and became famous. He played an important role in enlightening Russian literature with a new literary trend. He excelled in social realism. Through criticism and satire, he has pointed out social evils.

10-ایوان ترگنیف(1818ء-1883ء)روس کا عظیم ڈرامانویس،ناول وافسانہ نگار تھا جس کی تحریروں سے بڑے بڑے ادیب اور دانشور متاثر ہوئے۔اس کا مشہور ناول کھلاڑی کے خاکے 1852ء میں شائع ہوا،اس میں روسی کاشتکاروں کے دکھوں اور مصیبتوں کو بیان کیا گیاہے۔کہا جاتا ہے کہ روس میں مزارعوں کی آزادی کا اولین محرک یہ ناول تھا۔

Ivan Turgenev (1818 - 1883) was a great Russian dramatist, novelist and fiction writer whose writings influenced great writers and intellectuals. His famous novel Khiladi Ke Khake was published in 1852. It describes the sufferings and hardships of the Russian peasants. It is said that this novel was the main motivation for the freedom of peasants in Russia.

11 - فتحی الابیاری، مجموعۃ محمود تیمور، شرکۃ مصریۃ عالیۃ للنشر، طبع اول مصر،1995ء ص:5

Fathi Al-Abiari, Mahmoud Taimur Group, Sharjah Misriyah Al-Nashti, first edition, Egypt, 1995, Page:5.

12 - محمد عبدالحکیم،دکتور، مسرح محمود تیمور دراسۃ فنیۃ

)https://qspace.qu.edu.qa/bitstream/handle/10576/8443/005-006-1994.pdf?sequence=10&isAllowed=y(

Muhammad Abdul Hakeem, Dr, Mahmood Timur , Artist study of of Mahmoud Timur's Drams.
https://qspace.qu.edu.qa/bitstream/handle/10576/8443/005-006-1994.pdf?sequence=10&isAllowed=y

13 - محمد عبدالحکیم،دکتور، مسرح محمود تیمور دراسۃ فنیۃ

https://qspace.qu.edu.qa/bitstream/handle/10576/8443/005-006-1994.pdf?sequence=10&isAllowed=y

Muhammad Abdul Hakeem, Dr, Mahmood Timur , Artist study of of Mahmoud Timur's Drams.
https://qspace.qu.edu.qa/bitstream/handle/10576/8443/005-006-1994.pdf?sequence=10&isAllowed=y

14 - سید شفیق احمد اشرفی، پروفیسر،ڈراما اور اس کے فنی عناصر، اُردو ریسرچ جنرل، شعبہ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی، مئی2014ء، ص:138

Syed Shafiq Ahmad Ashrafi, Professor, Drama and its Technical Elements, Urdu Research General, Department of Urdu, University of Delhi, Delhi, May 2014, Page:138

15 - محمد عبدالحکیم،دکتور، مسرح محمود تیمور دراسۃ فنیۃ

)https://qspace.qu.edu.qa/bitstream/handle/10576/8443/005-006-1994.pdf?sequence=10&isAllowed=y(

Muhammad Abdul Hakeem, Dr, Mahmood Timur , Artist study of of Mahmoud Timur's Drams.
https://qspace.qu.edu.qa/bitstream/handle/10576/8443/005-006-1994.pdf?sequence=10&isAllowed=y(

16 - محمد عبدالحکیم،دکتور، مسرح محمود تیمور دراسۃ فنیۃ

)https://qspace.qu.edu.qa/bitstream/handle/10576/8443/005-006-1994.pdf?sequence=10&isAllowed=y(

17 - سید شفیق احمد اشرفی، پروفیسر،ڈراما اور اس کے فنی عناصر، اُردو ریسرچ جنرل، شعبہ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی، مئی2014ء، ص:142

Syed Shafiq Ahmad Ashrafi, Professor, Drama and its Technical Elements, Urdu Research General, Department of Urdu, University of Delhi, Delhi, May 2014, Page:142

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.